دینی معاشرے کا قیام خوبصورت عائلی زندگی اور رحمی رشتوں کے خیال رکھنے سے ہوگا

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴؍فروری ۱۹۸۶ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت فرمائی:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۵﴾ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿۷۶﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۷۷﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاۗؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿۷۸﴾ (الفرقان: ۷۵-۷۸)

اور پھر فرمایا:

سورۃ الفرقان میں جہاں اللہ تعالیٰ رحمٰن خدا کے بندوں کی صفات بیان فرماتا ہے وہاں اسی تسلسل میں آخر پہ رحمٰن خدا کے بندوں کی ازدواجی زندگی کے اعلیٰ تصوّرات کو ان الفاظ میں پیش فرمایا گیا ہے کہ ازدواجی زندگی کے متعلق ان کی تمناؤں کا منتہٰی کیا ہوتا ہے؟ کیا چاہتے ہیں اپنے رب سے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ

وہ یہ عرض کرتے ہیں اپنے رب سے کہ اے ہمارے رب! ہمارے لئے ہماری بیویوں ہی

میں سے اور ہماری اولاد ہی سے آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب فرما وَّ اجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔ فرمایا اُولٰٓئِکَ یُجۡزَوۡنَ الۡغُرۡفَۃَ یہی ہیں جن کو جنت میں بلند و بالا عمارتیں دو منزلہ عمارتیں عطا کی جائیں گی اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر سے کام لیا وَ یُلَقَّوۡنَ فِیۡهَا تَحِیَّۃً وَّ سَلٰمًا اور انھیں نیک تمناؤں اور سلامتی کے ساتھ خوش آمدید کہا جائیگا، وہ ہمیشہ اسی حالت میں رہیں گے۔ حَسُنَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ان کی عارضی قیام گاہ بھی بہت خوبصورت حسین ہوگی اور ان کی دائمی قیام گاہ بھی بہت خوبصورت اور حسین ہوگی۔

تو ان سے کہہ دے مَا یَعۡبَؤُا بِکُمۡ رَبِّیۡ لَوۡ لَا دُعَآؤُکُمۡ یعنی ان کے مخاطب حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں فرمایا اے محمدؐ! تو ان سے کہہ دے یعنی عام بنی نوع انسان سے مَا یَعۡبَؤُا بِکُمۡ رَبِّیۡ لَوۡ لَا دُعَآؤُکُمۡ اگر تمہاری دعا نہ ہو تو میرے رب کو تمہاری کچھ بھی پرواہ نہیں۔ فَقَدۡ کَذَّبۡتُمۡ فَسَوۡفَ یَکُوۡنُ لِزَامًا کیونکہ تم دعا کے نظام کو جھٹلا چکے ہو، خدا تعالیٰ سے لقاء کے مضمون کو جھٹلا چکے ہو۔ پس لازماً اسکے نتائج بلاؤں کی طرح تم سے وابستہ ہو جائیں گے۔ ایسی بلائیں جو ایک غلط فعل کے نتیجہ میں انسان کو لازم ہو جایا کرتی ہیں، چمٹ جایا کرتی ہی ہیں۔ ایسی چمٹنے والی مصیبتیں تمہیں آ گھیریں گی۔

ان آیات میں جو عائلی زندگی کا اعلیٰ مقصد بیان فرمایا گیا ہے اس کا تعلق براہ راست تزوج کے مضمون سے ہے۔ کیوں ازدواجی زندگی خدا تعالیٰ نے قائم فرمائی اسکے مقاصد کیا ہیں؟ اور دراصل بنیادی مقصد جیسا کہ ہر معمولی فہم کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے انسانی زندگی کا تحفظ ہے یا یوں کہنا چاہئے زندگی کا تحفظ اور بقائے نسل ہے تا کہ ہر چیز کی نسل باقی رہے، یہ بنیادی مقصد ہے۔ یہ بنیادی مقصد کن ذرائع سے حاصل ہو اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ ایک لمبا مضمون ہے لیکن براہ راست یہاں اس مضمون کا صرف اتنا تعلق ہے کہ انسان کے مقام تک پہنچتے پہنچتے انسانی زندگی اتنے بلند مقاصد حاصل کر لیتی ہے کہ اس کے نتیجے میں محض بقاء نسل مقصد ہی نہیں رہ جاتا بلکہ ایسی نسل کا بقاء مقصد بن جاتا ہے جو متقی ہو، جو نیک ہو، جو خدا ترس ہو اور محض نسل کو جاری کرنا انسانی زندگی میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ پس وہ مضمون جو بظاہر مشترک ہے ہر حیوانی زندگی میں اسے اس آیت نے ایک ایسے مقام پر پہنچا دیا جہاں باقی حیوانی زندگی پیچھے رہ جاتی ہے اور انسان تمام حیوانی زندگی سے ممتاز ہو

کے نظر آتا ہے کیونکہ بظاہر جنس کے نتیجے میں یا جنسی تعلقات کے نتیجہ میں صرف اولاد پیدا ہونی چاہئے اور اس سے زیادہ بظاہر کوئی مقصد نظر نہیں آتا۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس مقام پر خدا اپنے رحمٰن بندوں کو دیکھنا چاہتا ہے اور دیکھتا ہے اس مقام پر ان رحمٰن بندوں کے منہ سے یہ دعائیں نکلتی ہیں کہ اے خدا! ہمیں صرف اولاد نہیں چاہئے۔ ہمیں ایسی اولاد چاہئے جو متقی ہو۔ ہمیں صرف بیویاں نہیں چاہئیں ایسی بیویاں چاہئیں جو متقی ہوں اور ہماری آنکھوں کے لئے ٹھنڈک کا سامان پیدا کرنے والی ہوں۔ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان پیدا کرنے کی دعا کے بعد یہ فرمانا وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا یہ بتاتا ہے کہ مومن کی آنکھوں کی ٹھنڈک دراصل تقویٰ دیکھنے میں ہے، دین کو سدھرا ہوا دیکھنے میں ہے۔

اسی مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں بیان فرماتے ہیں۔

یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا

(درثمین صفحہ:۴۸)

آخری وقت میں میری یہ تمنا ہے کہ جاتے ہوئے میری نظر جب اپنی اولاد پر پڑے تو وہ متقی ہوں۔ بعینہٖ اسی آیت کے مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اردو میں دعائیہ رنگ دیا ہے۔

فرمایا اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا چونکہ ان لوگوں نے صبر سے کام لیا ہے اس لئے ان کو جنت میں بالا خانے عطا کئے جائیں گے اور وہاں انہیں نیک تمناؤں، دعاؤں اور سلامتی کے ساتھ خوش آمدید کہا جائے گا۔

دوسرا مقصد جو قرآن کریم سے ثابت ہے، وہ اعلیٰ رفاقت ہے اور تسکین قلب ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۲ (الروم:۲۲)

کہ تمہارے اندر خدا تعالیٰ نے جو مودت اور رحمت کے جذبات رکھ دیے ہیں ان کی تسکین کے لئے بیاہ شادی کا نظام بنایا گیا تا کہ تم ایک دوسرے سے سکینت حاصل کرو اور ایک دوسرے کی

رفاقت سے زندگی کا سفر زیادہ عمدہ طریق پر طے کرسکو۔ پھر قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ (النساء:۲)

اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ جس کے واسطے دے دے کر تم ایک دوسرے سے خیر چاہتے ہو، جس کے نام پر استدعا کرتے ہو۔ وَالْاَرْحَامَ اور رحمی رشتوں کو نہ بھولنا، خصوصیت کے ساتھ رحمی تعلقات کو فروغ دو۔ اس آیت سے اور بعض دیگر آیات سے ایک تیسری بنیادی وجہ بیاہ شادی کی یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ ایک ایسا معاشرہ قائم ہو جس میں عائلی زندگی کو ایک نمایاں مقام حاصل ہو اور خاندان کی بناء پر سوسائٹی قائم کی جائے انفرادیت کی بناء پر سوسائٹی کا قیام نہ ہو۔ باہمی رشتے داریوں کا مضبوط بندھن، اس کے نتیجے میں ایک دوسرے سے حسن سلوک، ایک دوسرے سے پیار اور محبت گویا کہ خاندان کو بنیاد بنایا ہے اسلام کے سوشل سسٹم کا۔

ہر سوشل نظام کی ایک روح اور ایک فلسفہ ہوتے ہیں۔ اسلامی سوشل نظام کی روح اور فلسفہ خاندان کے نظام کو تقویت دینا ہے جس کی بنیاد ارحام پر ہے۔ چنانچہ وہاں جواز دواجی زندگی کے لئے دعا سکھائی وہ بھی رحمٰن خدا کے بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے سکھائی اور رحمی رشتوں کو تقویت دینے کا رحمان سے تعلق آنحضرت ﷺ نے یوں بھی کھول کر بیان فرما دیا کہ رحم اور رحمان دونوں ایک ہی مادے سے نکلے ہوئے لفظ ہیں۔ اس لئے وہ شخص جو رحمی رشتوں کو کاٹتا ہے اس کا رحمٰن خدا سے بھی تعلق کٹ جاتا ہے۔ پس یہ مضمون آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہے۔ یہ تین بنیادی وجوہات ہیں جو قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی عائلی یا ازدواجی زندگی کی بناء ہیں۔ اور جب ہم غور کرتے ہیں دنیا کے حالات پر تو ان کے سوا باقی ساری وجوہات سے شادیاں کی جاتی ہیں اور ان باتوں کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس نقشے کو جس طرح پایا، دنیا میں اس طرح یوں بیان فرمایا ہے۔

تنکح المرأة لا ر بعِ لما لها و لحسبها و لجما لها و لدينها فاظفر بذ ات الدين تر بت يداک .

(بخاری کتاب النکاح حدیث نمبر: ۴۷۰۰)

عموماً لوگ جو دنیا میں شادیاں کرتے ہیں وہ دین کو سب سے آخر پر کر دیتے ہیں اور اولیت

دیتے ہیں مال کو، حسب ونسب کو اور جمال کو، اس کے حسن کو **فاظفر بذات الدین** تم دین کو اولیت دو، دین کو غالب رکھو **تربت یداک** اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو ناکام اور نامراد رہو گے، بدنصیب ہوگے۔

یہاں ایک لفظ دین میں وہ تینوں مضمون بیان فرما دیئے گئے جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے یا پہلے ذکر کیا ہے یعنی قرآن کریم نے جو تین بنیادی وجوہات بیان فرمائی ہیں، شادی کے محرکات بیان کئے ہیں وہ سارے دین سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ پس آنحضرت ﷺ نے لفظ دین میں ان تمام مضامین کا خلاصہ بیان فرما دیا جو قرآن کریم نے مختلف آیات میں ہمارے سامنے کھول کر رکھے اور فرمایا کہ بدقسمتی سے لوگ دین کو آخر پر کرتے ہیں لیکن میں تمہیں کہتا ہوں کہ اگر تم ہلاکت سے بچنا چاہتے ہو تو تم دین کو فضیلت دو اور دین کو اوّل کرو۔ دین کا لفظ یہاں وسیع مضمون میں استعمال ہوا ہے اور اس میں عورت کا تقویٰ یا زوج کا تقویٰ کہنا چاہئے کیونکہ عورت کے لئے جب وہ مرد کو دیکھے یا مرد کی تلاش کرے تو وہاں بھی دین ہی کو ترجیح دینی چاہئے۔ اس لئے فریق ثانی کا تقویٰ دیکھنا، اس کا حسن خلق دیکھنا، اس کا اچھا مزاج دیکھنا جو رفاقت میں اس کے کام آسکے اور وہ تمام باتیں جو خلق اور دین سے تعلق رکھنے والی ہیں ان کو اولیت دینا، یہ ہے اصل قرآنی نظریے کے مطابق وہ شادی جو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ اس دنیا میں بھی کامیاب ہوتی ہے اور آخرت میں بھی کامیاب ہوتی ہے۔ کیونکہ اس مضمون کو مکمل کرتے ہوئے فرمایا کہ مستقر بھی ان کا اچھا ہوتا ہے اور مقام بھی اچھا ہوتا ہے۔ عارضی قیام گاہ بھی ان کی اچھی بنتی ہے اور مستقل قیام گاہ بھی اچھی بنتی ہے یعنی اس دنیا میں بھی وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اجر پاتے ہیں اور بہت اچھے گھر کی بنیاد رکھتے ہیں، جو عارضی گھر ہے۔ اور مرنے کے بعد جب مستقل رہائش گاہ انکو نصیب ہوگی تو وہ بھی بالا خانوں والی بلند و بالا اچھی رہائش گاہ نصیب ہوتی ہے۔

عملاً چونکہ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس مضمون کو الٹ دیا جاتا ہے اس لئے دین کی بجائے ہر دوسرے مقصد سے شادی کی جاتی ہے اور شادی کے جب مقصد بگاڑ دیئے جائیں تو جیسا کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا۔ **انما الاعمال بالنیّات** (بخاری کتاب بدء الوحی حدیث نمبر ۱) اعمال کے نتائج کا دارومدار نیتوں پر ہوا کرتا ہے اس لئے جب نیت بدل جائے، جب مقصد بگڑ جائے تو نتیجہ بھی اسی طرح بگڑ جاتا ہے اور ایسی شادیاں عملاً کامیاب ہو ہی نہیں سکتیں۔

اب یورپ کے معاشرے میں وہ خرابیاں نہیں ہیں جو ہمارے معاشرے میں ہیں اور قسم کی خرابیاں ہیں لیکن وہاں بھی شادی کی نیتوں میں وہ قرآنی نیت شامل نہیں۔اس لئے یہاں کا معاشرہ بھی جب ٹوٹتا ہے تو غلط نیتوں کی وجہ سے وہ معاشرہ ٹوٹتا اور بکھرتا رہتا ہے اور خاندان تباہ ہوتے رہتے ہیں۔ہمارے ہاں الگ قسم کی بنیادوں پر معاشرہ قائم ہے اور وہاں بھی نیتیں اگر چہ بدلی ہوئی ہیں لیکن کچھ نہ کچھ فرق پائے جاتے ہیں یورپ کے معاشرے کے ہمارے معاشرے کے ساتھ۔ہمارے معاشرے میں جب ماں باپ شادیاں کرتے ہیں اپنے بچوں کی تو یہ ایک بنیادی فرق ہے جو یورپ کے معاشرے سے ہے۔یہاں عموماً لڑکا اور لڑکی آپس میں مل کر فیصلہ کرتے ہیں ہمارے ملک میں عموماً والدین فیصلہ کرتے ہیں مگر دونوں جگہ نیتوں کا فساد نظر آتا ہے۔

بہت سی شادی کی تباہی کی وجوہات میں ایک وجہ یہ ہے کہ ماں باپ حرص سے شادی کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں۔ہمارے بچے کی خوشی اس بات میں ہے کہ امیر گھرانے کی لڑکی گھر میں آئے اور اس کے ساتھ دولت ہو، اس کے ساتھ وہ سب آرام ہوں جو دولت کے ذریعہ نصیب ہوتے ہیں۔کاریں ہوں، ریفریجریٹر ہوں، بچے کی اعلیٰ تعلیم کے لئے اخراجات مل جائیں۔ان نیتوں کے ساتھ وہ لڑکی ڈھونڈتے ہیں اور بعض دفعہ بڑی بے شرمی کے ساتھ کھلے لفظوں میں مطالبہ بھی کرتے ہیں۔تو آنحضرت ﷺ نے جب فرمایا کہ مال کے لئے شادی کی جاتی ہے تو امر واقعہ یہ ہے کہ یہ کوئی بعید بات نہیں ہے جو شاذ و نادر نظر آتی ہو۔کثرت کے ساتھ روزمرہ ہمارے معاشرے میں مال کی شادیاں دکھائی دیتی ہیں اور مال کو حسب اور جمال پر اوّلیت دینے کی وجہ یہ ہے کہ عملاً ساری دنیا میں مال ہی کو اوّلیت دی جاتی ہے۔جب تک کسی لڑکی کو یہاں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس کے خاوند کے پاس کافی دولت ہے یا اچھا مقام اور مرتبہ ہے جس کے نتیجہ میں وہ سہولت سے زندگی بسر کر سکے گی، وہ فیصلہ نہیں کرتی۔لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عموماً حسن کو مال پر فضیلت دی جاتی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ مرد حسن کو فضیلت دیتے ہونگے لیکن عورت بھی تو ایک فریق ہے، عورت بسا اوقات مال کو فضیلت دیتی ہے یا جب ہم اپنے ملک کے معاشرے کو دیکھتے ہیں تو وہاں یہ کہیں گے عورت کے گھر والے مال کو فضیلت دیتے ہیں اور سب سے پہلے جائیداد دیکھی جاتی ہے اس کے دوسرے امکانات دیکھے جاتے ہیں کہ آئندہ مالی لحاظ سے اس کی ترقی کے کیا امکانات ہیں اور ایسی شادیاں شروع ہی سے جس کو کہتے

ہے Doomed ہو جاتی ہیں ان کے متعلق وہیں لکھ دیا جاتا ہے خدا کی تقدیر کی طرف سے کہ تم نے جو مقصد اختیار کیا ہے اس مقصد کے نتیجہ میں دل کی تسکین، آنکھوں کی ٹھنڈک نیک اور پاکیزہ اولاد کا نصیب ہونا ایک بعید کی بات بن جاتی ہے۔

پھر حسد کی شادیاں بھی بڑی کثرت سے ہوتی ہیں۔ اچھا خاندان دیکھنا جس کے ساتھ نام ونمود ہو۔ بظاہر یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید صرف بعض لوگ کرتے ہوں لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ انسانی نفسیات میں اس کا بہت بڑا عمل دخل ہے۔ حسد کے متعلق میں جانتا ہوں میرے ساتھ رشتے ناطوں کا بڑی دیر سے تعلق ہے۔ لوگ بڑی دیر سے مجھے لکھتے چلے آتے ہیں کہ ہمارا رشتہ کرواؤ اور بہت جگہ میں نے اس خواہش کو اگر ظاہر نہیں تو دبا ہوا ضرور دیکھا ہے۔ اور بعض ماں باپ تو محض سوشل سٹیٹس (Social Status) میں لڑکی دیتے ہیں یا لڑکے محض سوشل سٹیٹس (Social Status) اونچا کرنے کے لئے ایسی لڑکی ڈھونڈتے ہیں جس کے خاندان کو باہر سے دیکھا جائے تو بڑی اس میں چمک دمک نظر آئے اور ایک مقام اور ایک مرتبہ نظر آئے۔ اور ایسی شادیاں بھی اکثر ناکام ہوتی ہیں۔

پھر زینت، حسن کو دیکھا جاتا ہے۔ حسن کے نتیجے میں مودت اور رحمت جو مقاصد میں داخل ہے وہ ضرور آجاتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں لیکن اسے دوام حاصل نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ حسن تو ایک فانی چیز ہے، ہمیشہ ایک حال پر نہیں رہتا اور نہ صرف فانی ہے بلکہ جتنا اس سے زیادہ واقفیت ہوتی چلی جائے، جتنا قریب آجائے، جتنا ہاتھ میں آئے اتنا ہی اس کی لذت کم ہوتی چلی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ یہ ایک روزمرہ کی چیز بن جاتا ہے اور سیرت ایک ایسی چیز ہے جو کبھی بھی اپنی کشش نہیں کھوتی۔ بالکل حسن کے برعکس نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ جتنا زیادہ کسی صاحب سیرت انسان کے آپ قریب ہوں اتنا ہی زیادہ اس سے محبت بڑھتی چلی جاتی ہے اور اس میں گراف ہمیشہ اوپر کی طرف چلتا ہے۔ سیرت سے اکتاتا ہوا کبھی کوئی آدمی نہیں دیکھیں گے آپ۔ لیکن حسن سے اکتاتے ہوا ضرور آپ دیکھیں گے۔ اچھی سیرت وقت کے ساتھ حسین تر ہوتی چلی جاتی ہے کیونکہ سیرت میں بھی پختگی آتی ہے۔ سیرت میں بھی نفیس پہلو اور زیادہ اجاگر ہونے لگتے ہیں اور صاحب سیرت کبھی بھی ایک حال پہ آپ کو ہمیشہ نظر نہیں آئیگا۔ صاحب سیرت کی مثال تو فیضؔ نے اس شعر میں دی ہے:

جب بھی دیکھا ہے تجھے عالم نو دیکھا ہے
مرحلہ طے نہ ہوا تیری شناسائی کا

کہ جب بھی تجھے دیکھتے ہیں ایک نیا عالم دکھائی دیتا ہے اور تجھ سے واقفیت اور تعارف کا مرحلہ کبھی بھی طے نہیں ہوتا ہے۔ حسن میں یہ بات نہیں ہوتی۔ ہوسکتا ہے شاعر نے اپنی غلط فہمی کی بناء پر حسن کو مخاطب کر کے یہ کہا ہو لیکن امر واقعہ یہ ہے حسن میں یہ بات نہیں ہوتی۔ اور پھر وقت کے ساتھ حسن ڈھلتا ہے، خصوصاً شادی کے بعد تو اس کا ڈھلنا ایک طبعی اور یقینی عمل بن جاتا ہے۔ بچے پیدا ہوتے ہیں ان کی دیکھ بھال، ذمہ داریاں، بیماریاں، عمر کا اپنے وقت کے مطابق گزرتے چلے جانا، کوئی ٹھہرا ہی نہیں سکتا اسکو۔ یہ ساری وہ باتیں ہیں جو ہر پہلو سے حسن پر اثر انداز ہو رہی ہوتی ہیں۔ پس اگر حسن سے ابتدائی قرب محبت کو چمکانے کا موجب بھی بنے تو ایک لمبا عرصہ اسی حسن کے ساتھ ٹھہرنے سے اکتاہٹ بھی پیدا ہوتی ہے اور حسن کے اندر قوت کشش کم ہوتی چلی جاتی ہے دن بدن۔

سیرت کے مضمون اور دین کا مضمون ایک ہی چیز ہیں اصل میں۔ پس جب آنحضرت ﷺ نے فرمایا دین کو فضیلت دو، دین کو غالب رکھو تو اس میں وہ دین بھی آجاتا ہے جسے ہم عرف عام میں دین کہتے ہیں یعنی مذہب اور عربی کا وسیع لفظ دین بھی اپنے پورے معنی دیتا ہے اور اس میں کسی کا مزاج، اس کی سیرت، اس کی روش، اس کے چال چلن یہ ساری باتیں داخل ہیں۔ تو سیرت کو اوّلیت دینا اسکی بہت ہی اہمیت ہے لیکن بدقسمتی سے لوگ اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور سب سے آخر پر جا کر پھر سیرت کی تلاش کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی بگڑے ہوئے بہت سے مقاصد ہیں جو کسی نہ کسی جہت سے انسانی ذہن میں داخل ہوتے رہتے ہیں۔ بعض عورتیں بہو صرف نوکرانی کے طور پر لاتی ہیں اور جتنا غربت ہو کسی جگہ اتنا ہی زیادہ یہ نوکرانی کا تصور بیچ میں زیادہ عمل دخل کرتا ہے۔ اونچے کھانے پینے والے گھرانوں میں تو یہ تصور عموماً نہیں پایا جاتا۔ مغربی معاشرے میں بھی یہ تصور نہیں پایا جاتا لیکن ہمارے ہاں جہاں اقتصادی معیار کم ہیں وہاں اس کا بڑا بھاری دخل ہے۔ چنانچہ بعض مائیں جہاں Joint Family System ہیں وہاں بہو لاتی ہی اس لئے ہیں کہ اس سے خوب کام لیں گی صرف خاوند کی خدمت

ہی نہیں کرے گی بلکہ اس کے بہن بھائیوں کی بھی خدمت کرے گی، اس کے والدین کو بھی پالے گی۔ والدین تک تو بہر حال فرائض میں داخل ہے لیکن بہن اور پھر بہنوں کے خاوند یا بھائی اور ان کی بیویوں کی خدمتیں، اس مضمون کو اتنا لمبا کھینچ دیا جائے تو یہ تو ایک بڑی سخت نا قابل برداشت صورتحال بن جاتی ہے اور بعض گھروں میں ہوتی ہی یہی ہے۔

مرد جو بگڑے ہوئے مقاصد رکھتے ہیں، ان میں عموماً جیسا کہ میں نے پہلے بھی بیان کیا تھا، حسن کو فضیلت ہوتی ہے اور اس کے بعد تہذیبی اقدار کو وہ فضیلت دیتے ہیں۔ آج کل کے زمانہ میں جسے تہذیب کہتے ہیں اسلامی اصطلاح میں اسے بدتہذیبی کہتے ہیں مگر میں جب تہذیب کہہ رہا ہوں تو عام اصطلاح میں بات کر رہا ہوں آج کل کی۔ تہذیب کی وہ اقدار جو عملاً دینی لحاظ سے نہایت ہی بدتہذیبی کی اقدار ہیں ان کی کشش میں مبتلا ہو کر بعض خاوند اس وجہ سے شادی کرتے ہیں کہ ہم اپنی بیوی کو پارٹیوں میں بلائیں گے، پارٹیوں میں لے کر جائیں گے، گھروں میں پارٹیاں منعقد کریں گے، ان سے بے پردگیاں کروائیں گے، ملازمتوں میں ان سے ترقی حاصل کریں گے، پاپولر ہونگے، ہر دلعزیز ہونگے معاشرے میں کہ بڑی سجی دھجی بیوی ہے، بہت ہی سمارٹ جس کو کہتے ہیں، سمارٹ بیوی لے کر آیا ہے اور خوب تعلقات رکھتی ہے ہر طرف۔ اور یہ نیت لے کر عملاً وہ بالکل اسکے برعکس نتیجہ پیدا کرتے ہیں جس کے لئے قرآن کریم شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے یعنی نیک اور پاکیزہ اولاد۔

جس خاوند کی نیت میں آغاز ہی میں یہ ظاہری معاشرتی اور تہذیبی حسن ہو اس کو شروع ہی سے اولاد کی نیکی سے ہاتھ دھو بیٹھنا چاہئے کیونکہ ان گھروں میں جو اولادیں پلتی ہیں وہ کئی طرح سے بیچاری بیمار ہو جاتی ہیں روحانی لحاظ سے بھی نفسیاتی لحاظ سے بھی۔ ایسی اولاد کی طرف ایسے معاشرے میں بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔ جو میاں بیوی مغربی تہذیب کے حسن کا شکار ہو جائیں ان کو اپنی اولاد کے تقاضے پورے کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا اور پھر اولاد میں یہ ایک بنیادی بات پائی جاتی ہے انسانی فطرت کے لحاظ سے کہ ماں باپ کو جن رستوں پر چلتا دیکھتی ہے ان سے دو قدم آگے جانے کی کوشش کرتی ہے۔ اگر نیکی کا رستہ ہو تو شاید یہ تمنا اتنی شدت سے پیدا نہ ہو لیکن ماں باپ کی بدیوں میں تو عموماً اولاد دو قدم چھوڑ کر چار قدم آگے بڑھنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس لئے جس شادی کی تمنا میں بدی داخل ہو گئی ہو وہاں اولاد چار قدم، آٹھ قدم، دس قدم جتنی بھی اس کو توفیق ملے گی آگے بڑھائے گی

اور بڑی تیزی کے ساتھ معاشرہ بگڑنے لگتا ہے اور بالآخر وہ خاندانی نظام جو اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے وہ ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے اور مغربیت کی طرح کا انفرادی نظام قائم ہو جاتا ہے۔

کفو کا نہ ہونا یہ بھی ایک بڑی وجہ ہے بیاہ شادی میں خرابی کی۔ کفو کیا چیز ہے؟ یہ اسلام میں ایک محاورہ ہے فقہ میں بہت کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ کفو سے مراد یہ ہے کہ جس قسم کی کسی کی حالت ہو ویسا ہی تلاش کیا جائے۔ اور کفو کا مضمون نہ سمجھنے کے نتیجہ میں بعض دفعہ بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ جب کہا جاتا ہے دین کو فضیلت دو تو یہ مراد نہیں ہے کہ ایک شخص بے دین ہو اس کے لئے دین دار لڑکی لے آؤ کیونکہ جو خود بے دین ہے اس کے لئے دین دار لڑکی لانا دوسری طرف سے دیکھا جائے تو غلط مضمون بن جاتا ہے۔ اگر لڑکی کے رخ پر جا کر دیکھیں گے آپ تو یہ نتیجہ نکلا کہ ایک دین دار لڑکی کے لئے بے دین آدمی لایا گیا اور آنحضرت ﷺ کی نصیحت کا بالکل الٹا نتیجہ نکالا اس لئے جہاں دو رخ ہوں وہاں کفو کے بغیر مضمون صحیح بنتا ہی نہیں ہے۔

کفو کا مطلب ہے کہ جب دو فریق ہیں تو ان کے درمیان عدل پیدا کرو، ان کے درمیان توازن کو قائم کرو۔ اگر کوئی دین دار ہے تو جتنا دین دار وہ ہے ویسا ہی دین دار ساتھی تلاش کرو۔ کچھ فرق تو مناسب بھی رہتا ہے اور وہ مشکل کا موجب نہیں بنتا لیکن جو نمایاں فرق ہیں وہ بڑی مشکل ڈال دیتے ہیں۔ چنانچہ بہت سے ایسے گھرانے بالآخر برباد ہوئے اور ٹوٹے جن میں خاوند بے دین تھا اور بیوی بہت دین دار تھی یا بیوی بے دین تھی اور خاوند بہت دین دار تھا۔ الا ماشاء اللہ یہ گھرانے قائم نہیں رہا کرتے۔ ان کی اولادیں بھی پھر تباہ ہوتی ہیں اگر بیوی بے دین ہے تو وہ اولاد کو اپنی طرف گھسیٹتی ہے اور اولاد کے معاملہ میں ہمیشہ ادنیٰ صفات غالب آتی ہیں۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے نیکی کے تتبع میں اولاد کمزوری دکھا جاتی ہے مگر بدی کو اخذ کرنے میں بہت تیزی دکھاتی ہے۔ اس لئے ہمیشہ نتیجہ یہ نکلتا ہے سوائے اس کے کہ خدا تعالیٰ فضل فرمائے اور اس کا بھی طریقہ بیان فرما دیا ہے قرآن کریم نے کہ کیسے وہ فضل نازل ہو سکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ خدا تعالیٰ فضل فرمائے اگر ماں اور باپ میں ایک میں ایک بدی پائی جاتی ہے اور دوسرے میں وہ بدی نہیں پائی جاتی تو اولاد عموماً بدی والے حصہ کو اخذ کرے گی۔ اگر ماں بے پردہ ہے اور باپ دین دار ہونے کی وجہ سے پردے کا خواہاں ہے تو اولاد بے پردہ ہو گی۔ اگر ماں با پردہ ہو اور خاوند آزاد ہو تب بھی اولاد بے پردہ ہو گی۔ اس لئے کفو کو

ایک بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ گھریلو زندگی کو جنت بنانے کے لئے دونوں طرف کے مزاج کو، ان کی عادات کو، ان کی دینی حالتوں کو توازن کے ساتھ برابر کرنا چاہئے اور جہاں جتنا جتنا یہ توازن برقرار ہوگا اتنا ہی زیادہ عمدگی کے ساتھ عائلی زندگی بسر ہوگی۔

اسی طرح بہت سی شکایات جو میرے علم میں آتی ہیں ان میں ایک بنیادی وجہ قرآن کریم کے ارشاد قول سدید کو نظر انداز کرنا ہوتا ہے۔ قرآن کریم جب فرماتا ہے قول سدید اختیار کرو، خصوصاً بیاہ شادی کے معاملہ میں کیونکہ نکاح کے موقع پر یہ آیت تلاوت کی جاتی ہے تو اس میں ایک خاص حکمت ہے یہ نہیں فرمایا سچ بولو۔ سچ بولنا اور قول سدید میں بعض مقامات پر اتفاقات ہیں بعض جگہ یہ دونوں الگ الگ مضمون بیان کرتے ہیں۔ عام طور پر ایک آدمی جب اپنی لڑکی کے متعلق بتاتا ہے کہ میری لڑکی میں یہ تعلیم ہے، فلاں فلاں خوبیاں ہیں تو یہ سچائی ہے اگر وہ سچی واقعةً باتیں ہیں۔ اس کو ہم کہہ سکتے ہیں کہ سچ اس نے بولا لیکن اگر وہ خدانخواستہ وہ مرگی کی مریضہ ہو یا اس کے اندر کوئی اور اندرونی ایسا نقص پایا جاتا ہو مثلاً وہ بچہ پیدا نہیں کرسکتی۔ تو اس کو چھپانا بظاہر سچائی کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس نے نہیں کہا کہ اس میں وہ نقص نہیں پایا جاتا لیکن قول سدید کے خلاف ہے۔ جب کہا جاتا ہے قُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا (الاحزاب:۷۱) تو مراد یہ ہے کہ معاملہ صاف رکھو اور معاملے میں کوئی کجی نہ آنے دو۔ جو باتیں کرو ان میں صاف گوئی پائی جاتی ہو یعنی اگر نقص ہے تو وہ بھی بیان کرو اور بتادو کہ یہ یہ کمزوریاں ہمارے اندر پائی جاتی ہیں۔

قول سدید کے نہ ہونے کے نتیجہ میں بھی ہمارے معاشرے میں بہت ساری خرابیاں پائی جاتی ہیں اور بہت سے گھر اسی وجہ سے ٹوٹتے ہیں۔ اور قول سدید کا نہ ہونا اتنا ایک وسیع عمل ہے جو ہر حصہ پر اثر انداز ہوتا ہے۔ یعنی بعض لڑکے والے آکر جھوٹی باتیں بتاتے ہیں وہ تو خیر جھوٹ میں چلا جائے گا لیکن بعض خامیوں پہ پردہ ڈالتے ہیں اس لڑکے کی۔ بعض بد عادتیں اس لڑکے کو ہوتی ہیں جس کے متعلق وہ لڑکی والوں کو نہیں مطلع کرتے اگر یہ بتایا ہے کہ فلاں جگہ وہ ملازم ہے تو مثلاً یہ نہیں بتایا کہ اتنا مقروض بھی ہے۔ اگر یہ بتایا کہ ہماری اتنی جائیداد ہے تو یہ نہیں بتایا کہ اتنی جائیداد رہن بھی ہوئی ہے اور اتنی جائیداد جھگڑے والی ہے اور اتنے جائیداد کے وارث بھی ہیں۔ تو بعض باتوں کا مخفی رکھنا یہ قول سدید کے خلاف ہے۔

ایک بچی کے متعلق مثلاً مجھے پتہ ہے کہ اس کی بڑی دردناک حالت ہے اس کے میاں کو مرگی کا شدید دورہ پڑتا ہے اتنا کہ اگر اس لڑکی کے والدین کو پتہ ہوتا تو آنکھیں کھول کر وہ شادی نہ کرتے لیکن اس بات کو مخفی رکھا گیا، وہ شادی چل رہی ہے لیکن بڑی تکلیف کی حالت میں ہے۔ تو ایک دو جگہ نہیں ہزار ہا مثالیں آپکو ہمارے معاشرے کی دکھوں کی ایسی ملیں گی جہاں قول سدید کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

پھر رومان کا جو تصور ہمارے ہاں پایا جاتا ہے اس کو اگر ہم زیادہ اور وسعت دے دیں تو لڑکی بھی اور لڑکا بھی اپنی عائلی زندگی کے متعلق فرضی جنتیں بنا کر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور لڑکی یہ سمجھ رہی ہوتی ہے کہ جب میری شادی ہوگی تو سوائے لطف کے اور اعلیٰ نعمتوں کے اور عیش وعشرت کے کوئی بھی اور مصیبت مجھ پر نہیں پڑنے والی حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ باقی باتیں تو دور کی ہیں جس خاوند سے وہ عجیب وغریب توقعات لے کر جاتی ہے اس خاوند کے بہت سے نقص ہیں جو طبعاً اور فطرتاً ہر شخص میں ہوتے ہیں مگر الگ الگ ہوتے ہیں۔ بعض عادتوں کے نقص ہوتے ہیں، اسکو ان کے ساتھ بھی گزرا کرنا پڑے گا۔ بعض نقص ہیں جن کی اصلاح کی جاسکتی ہے اور بعض کی اصلاح کی نہیں جاسکتی ایسے بھی نقص ہوتے ہیں۔ اسی طرح لڑکی میں بھی کمزوریاں پائی جاتی ہیں اس کے اندر بھی بعض خصائل کے نقص پائے جاتے ہیں۔ بعض ایسے نقص ہیں جو اس کی فطرت ثانیہ بن چکے ہوتے ہیں جو دور ہی نہیں کئے جاسکتے، ان کے ساتھ بھی انسان کو رہنا پڑتا ہے۔

پھر رشتے داروں کی ذمہ داریاں ہیں خاوند کے اپنے رحمی تعلقات ہیں جن کے حقوق ہیں اس کے اوپر، وہ ادا کرنے ہیں اب جس بیوی نے ایک جنت بنائی ہوئی ہے فرضی کہ میں جاؤں گی تو میرے خاوند کو مثلاً چار ہزار ملتا ہے تو وہ سارا میرے ہاتھ میں آیا کریگا اور میں اس طرح خرچ کروں گی، جب وہ دیکھتی ہے کہ بیوہ ماں پر بھی اسکو خرچ کرنا پڑتا ہے، اپنے یتیم بھانجے اور بھانجیاں بھی پالنے پڑتے ہیں تو شدید ردعمل اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ حقیقت کی دنیا میں نہیں اترتے لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ فرض کی دنیا ایک اور چیز ہے، تصورات کی دنیا ایک اور چیز ہے۔ حقیقت میں انسان کو تلخیوں کے ساتھ بھی گزارہ کرنے کی اہلیت پیدا کرنی چاہئے۔ اس لئے وہاں جا کر پھر لڑائیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ مرد بھی اسی طرح اپنی بیویوں کی متعلق بعض ایسے تصورات باندھے ہوئے ہوتے ہیں کہ

جب شادی ہوتی ہے تو انکو ٹھوکریں لگتی ہیں۔

تو قرآن کریم نے جو تین بنیادی باتیں بیان فرمائی ہیں ان کو مدنظر رکھتے ہوئے جن کا خلاصہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے لفظ دین میں بیان فرما دیا ہے اگر ہم شادیاں کریں اور ان چیزوں کو فروغ دیں اور بار بار اپنے معاشرہ میں یہ باتیں پھیلائیں کہ یہ وہ ایسے اعلیٰ مقاصد ہیں شادی کے کہ جن کے نتیجے میں جیسا کہ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے خدا وعدہ کرتا ہے تم سے کہ دنیا میں اس عارضی مقام میں بھی تمہیں جنت عطا ہوگی اور آئندہ دائمی مقامات میں بھی تمہیں جنت عطا ہوگی اور پھر ایک ایسی اولاد کو پیچھے چھوڑ کر جاؤ گے جو متقی ہوگی اور لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا کی تمہاری تمنا پوری ہو جائے گی مگر افسوس ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ان سارے امور کو بالعموم نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اسلامی معاشرہ کی ایک روح ہے اور وہ روح ہے خاندانوں کا رحمی رشتوں پر قیام اور رحمی رشتوں کو اہمیت دینا۔ خاندان کا جو تانا بانا بُنا جاتا ہے اس میں کوئی نہ کوئی مرکزی محرک پایا جاتا ہے۔ ہر سوسائٹی کا الگ الگ محرک ہوتا ہے۔ قرآن کریم وہ محرک یہ بیان فرما رہا ہے کہ تم نے رحمی رشتوں کو فروغ دینا ہے اور ان تعلقات کو آگے بڑھانا ہے اور مغربی دنیا میں اس کے برعکس قطع رحمی بنیادی اصول دکھائی دیتی ہے۔ تمام مغربی معاشرے میں آپکو قطع رحمی کا رجحان نظر آئے گا۔ اتنا بڑھ جاتا ہے یہ رجحان کہ بیٹے کے ماں سے تعلقات نہیں رہتے، بیٹی کے باپ سے تعلقات نہیں رہتے اور یہ بڑھے کثرت کے ساتھ جو آپ کو اکیلے تنہا زندگی بسر کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جو قومی خیرات پر پل رہے ہوتے ہیں یہ قطع رحمی کا نتیجہ ہے۔ ترس جاتے ہیں بعض لوگ پاگل ہو جاتے ہیں، بعض خودکشیاں کر لیتے ہیں صرف اس وجہ سے کہ خاندان والے انکے اپنے بیوی، بچے، بہو، بہنیں انکو ایک بوجھ سمجھنے لگتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں معاشرہ سنبھالے آپ ہی ان کو، ہمارا کیا ہے، ہم تو اپنا عیش و عشرت میں وقت گزاریں گے اور بوجھ اٹھانے کے لئے تیار نہیں۔ تو قرآن کریم نے صلہ رحمی کو جو بنیاد بنایا مغربی معاشرے میں بالکل اس کے برعکس قطع رحمی پر اپنے معاشرے کی بنیاد ڈالی ہے۔ اس لئے اس حصہ کو نظر انداز کرنے سے بھی بہت سی خرابیاں ہمارے ہاں پیدا ہونگی اور بہت سی خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں اگر صلہ رحمی کو ہم نے قائم نہ کیا تو بالآخر مغربی معاشرہ پر لازماً تان ٹوٹے گی جا کر۔

یہ صلہ رحمی کا نتیجہ ہے کہ بہت سی بدخلقیوں سے ہم بچے رہتے ہیں۔ یہ اندرونی مضبوط

خاندانی نظام کا فیض ہے کہ ہم بہت سی خرابیوں سے باز رہتے ہیں اور صرف ایک لذت کی پیروی کرنے کی بجائے متفرق کئی قسم کی لذتیں ہیں جو ہماری زندگی میں حاصل ہوتی رہتی ہیں۔

ایک دفعہ جرمنی میں ایک عورت نے جو اسلامی معاشرے کو بڑی نفرت کی نظر سے دیکھتی تھی، بڑی شدت سے مجھ سے یہ سوال کیا کہ آپ کے ہاں جو معاشرہ قائم ہے اس میں کیا لذت رہ جاتی ہے، قیدیں، پابندیاں اور ہر لذت یابی سے محرومی یہ بھی کوئی معاشرہ ہے؟ اس کے جواب میں میں نے اس کو اس طرف متوجہ کیا۔ میں نے کہا ہمارا معاشرہ تو صلہ رحمی پر قائم ہے جس کے نتیجے میں صرف ایک لذت ہمیں نہیں ملتی بلکہ متفرق لذتیں نصیب ہوتی ہیں۔ تمہیں اپنی تسکین خاطر کے لئے اب جنس کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آتا اور جنسی پیروی تمہاری اتنی آگے بڑھ چکی ہے، جنسی خواہشات کی پیروی اتنی آگے بڑھ چکی ہے کہ اب کوئی تمیز تمہاری باقی نہیں رہی۔ بڑے نہیں تو چھوٹوں پر یہ ظلم کر کے تم اپنی اس جنسی تمنا کو پورا کرنے لگے ہو اور وہ ساری حدیں پھلانگ چکے ہو جو انسانیت اور حیوانیت کو الگ کرتی ہیں ایک دوسرے سے اور وہاں بھی تمہیں تسکین نہیں مل رہی۔ کس معاشرے کی طرف تم ہمیں بلا رہی ہو۔

میں نے کہا کہ اسلامی معاشرے میں صرف جنسی لذت نہیں ہے ماں اور بیٹے کی محبت کی بھی ایک لذت ہے اس کو وہ تقویت بھی دیتا ہے اس کی حفاظت کرتا ہے۔ بہن اور بھائی کی محبت میں بھی ایک لذت ہے۔ اسلامی معاشرہ اس کو تقویت بھی دیتا ہے اور اس کی حفاظت بھی کرتا ہے۔ بیٹی اور باپ کے تعلق میں بھی ایک پیار پایا جاتا ہے، ایک لذت پائی جاتی ہے اور اس کا بھی اسلامی معاشرہ نگران ہے اور ان قدروں کو وہ آگے بڑھاتا ہے۔ پھر ایک دوسرے کے رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات کے قیام کو فروغ دیتا ہے۔ بیٹی جب بیاہی جاتی ہے تو پھر ایک ماں نہیں رہتی اسکی، ارحام ہو جاتے ہیں، کئی قسم کے رحمی رشتہ دار اس میں زائد آجاتے ہیں اور خاوند کی ماں، خاوند کا باپ، خاوند کی بہنیں، خاوند کے دیگر عزیز جو اس کی ماں کے رحم کے نتیجے میں رشتے اس کو ملے ہیں وہ سارے اسکے رشتے دار بن جاتے ہیں۔ اسی طرح خاوند کے ساتھ بھی معاملہ ہوتا ہے۔

تو اس خاندانی نظام کو جس کی بنا صلہ رحمی پر ہے اسکو تقویت دینے کے نتیجے میں انسان بھوکا نہیں رہتا لذت کا اور جب وہ تنہائی محسوس کرے گا تو پھر پاگل نہیں ہوتا کیونکہ مغربی معاشرے میں

ایک ہی لذت یابی کا تصور باقی رہ گیا ہے اور اگر وہ پورا نہ ہو تو پھر دوسرے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے اسکو تسکین قلب کے لئے۔ چنانچہ ایسی سوسائٹی میں پھر لوگ پاگل ہونے لگ جاتے ہیں۔ یہ جتنے جنسی مریض ہیں یہ پاگل پن جو اس معاشرے کا خود پیدا کردہ ہے۔ جس شاخ پر بیٹھے ہوئے ہیں یہ اس کو کاٹ چکے ہیں خود ہی، اب ان کے لئے ہلاکت کے سوا کچھ بھی باقی نہیں۔ اس لئے قرآن کریم نے صلہ رحمی پر زور دیا اور آنحضرت ﷺ نے تو اس کثرت سے یہ مضمون بیان فرمایا ہے کہ اگر تمام ارشادات کو اکٹھا کیا جائے تو یہ ایک ضخیم کتاب بنتی ہے۔

اس لئے جماعت احمدیہ کو صلہ رحمی پر زور دینا چاہئے اور صلہ رحمی میں جہاں تک اپنے ماں باپ کا تعلق ہے اس میں تو زیادہ سکھانے کی ضرورت نہیں ہے، الا ماشاء اللہ عموماً لوگ یہ حقوق ادا کرتے ہی ہیں نسلاً بعد نسلٍ ہمیں ماں باپ اور بہن بھائی کی محبت ورثے میں مل چکی ہے اور اس لحاظ سے ہمارا معاشرہ خدا کے فضل سے مضبوط ہے۔ ابتلاء آتا ہے شادی کے موقع پر۔ تبھی آنحضرت ﷺ نے نکاح کے موقع پر تلاوت کے لئے جو آیات اکٹھی کیں ان میں یہ آیت داخل فرمائی وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ (النساء:۲) کہ دیکھو اپنے تمہارے رحمی رشتے جو ہیں ان کے سلسلہ میں تو تم ہو ہی واقف لیکن اب تم ایک ایسے تعلق میں باندھے جا رہے ہو جہاں دوسرے کے رحم کا بھی خیال کرنا پڑے گا، دوسرے کے رحمی رشتوں کو بھی اپنا سمجھنا پڑے گا۔ اسکا فقدان ہے جس کے نتیجے میں ہمارا معاشرہ بہت سے دکھوں میں مبتلا ہے۔

لڑکی جب جاتی ہے اپنے سسرال میں تو بعض سسرال ایسے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ لڑکی کے اپنے ماں باپ بھائی بہن وغیرہ وہ سب گویا اس کے لئے پرائے ہو چکے ہیں اور اتنے پرائے ہو چکے ہیں کہ اس کو ملنے آئیں تو ان کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ ملنے جائے تو ان کو تکلیف ہوتی ہے ان کے طعنے دیئے جاتے ہیں، ان کے نقائص اسکے سامنے بیان کئے جاتے ہیں اور ہر طرح سے ان رشتوں کو اذیت کا موجب بنا دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس بھی شکل نظر آتی ہے کہ بعض عورتیں اپنے خاوندوں کو کاٹتی ہیں اپنی بہنوں سے، ماؤں سے، اپنے دوسرے عزیزوں سے وہ ہنس کے بات کرلیں تو ان کو تکلیف ہوتی ہے، وہ ان کی ذمہ داریاں ادا کریں تو ان کو تکلیف پہنچتی ہے، گھر میں کوئی مہمان آجائے تو آگ لگ جاتی ہے اور عجیب حالت نظر آتی ہے۔ بعض گھروں میں میں نے دیکھا ہے کہ اپنے رشتہ دار

جب بیوی کے آتے ہیں تو رونق آجاتی ہے گھر میں، دوڑتی پھرتی ہے، خدمتیں ہو رہی ہیں اور خوب لذتیں حاصل کی جارہی ہیں ہر طرح کی، مجلسیں لگتی ہیں اور خاوند کی بہن آجائے یا اس کی ماں آجائے تو یوں لگتا ہے جس طرح موت کی خبر آگئی اور پھر وہ بدسلوکی کے سو طریقے اختیار کرتی ہے۔ عورت جہاں تسکین کا سامان بنتی ہے وہاں عدم تسکین کا بھی اتنا ہی سامان بن سکتی ہے۔ جس شخص میں تسکین پہنچانے کا مادہ خدا تعالیٰ نے رکھا ہوا ہو تسکین چھیننے کا مادہ بھی اس میں اتنا ہی پایا جاتا ہے۔ اس لئے عورت اور مرد میں عورت جیسی تسکین نہیں پہنچا سکتا کوئی مرد اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے لیکن جب تسکین چھیننا چاہے تو مرد کے مقابلہ پر عورت کو بہت زیادہ طریقے معلوم ہیں کہ کس طرح تسکین چھینی جاتی ہے۔ تسکین کی آماجگاہ کی بجائے گھر کو بے چینیوں کی آماجگاہ بنا دیتی ہے اور عذاب بن جاتی ہے۔ خاوند توبہ کرتا ہے کہ خدا کرے کہ میرا کوئی رشتہ دار نہ آئے یہاں پر کبھی۔ عذاب الٰہی کی طرح اس کے رشتے دار اس گھر پر نازل ہونے لگتے ہیں۔

تو یہ سارا بنیادی قصور قرآن کریم کے بعض احکامات کو نظر انداز کرنے کے نتیجے میں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جو آیات چنیں سب سے پہلی یہ آیت ہے جو نکاح کے موقع پر پڑھی جاتی ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا یہاں تک فرمایا کہ اگر تم رحمی رشتہ داروں کو نظر انداز کرو گے تو خدا تم پر نگران ہے، وہ تمہیں ضرور پکڑے گا۔ اس لئے ان تمام امور میں ہمیں لازماً قرآن کی پناہ میں واپس جانا پڑے گا۔ ہمارا معاشرہ جہاں جہاں قرآن کی حدود پھلانگ کے باہر نکل چکا ہے اس کو تسکین مل ہی نہیں سکتی جب تک وہ واپس نہ آجائے اور یہ خیال کہ ہمارا گھر ہے کوئی ہمیں اپنے گھر کے اندر کیوں کچھ کہتا ہے یا ہم اپنے گھر میں آزاد ہیں جو چاہیں کریں یہ غلط خیال ہے۔ قرآن کریم اس تصور کو رد کر رہا ہے۔ قرآن کریم ملکیت صرف خدا تعالیٰ کی بتاتا ہے لِلّٰهِ الْاَمْرُ (الرعد: ۳۲) صرف اللہ کا حکم ہے اور ہمارے پاس ہر چیز امانت ہے عارضی طور پر ہے۔

یہ خیال ہی غلط ہے کہ ہم آزاد ہیں اپنے گھروں میں جو چاہیں کرتے پھریں ہم ہرگز آزاد

نہیں ہیں ہم انسان کو جواب دہ نہیں ہیں خدا کو ضرور جوابدہ ہیں۔ اس لئے خاوند اگر اپنی بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتا تو وہ جواب دہ ہے، بیوی اگر خاوند کے حقوق ادا نہیں کرتی تو وہ جوابدہ ہے۔ اور اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا کی آیت عنوان بن گئی ہے اس جوابدہی کا، ہر وقت یہ نگرانی ہو رہی ہے، ہر وقت جوابدہی ہو رہی ہے۔ اگر باپ اپنے بچوں کے حقوق ادا نہیں کر رہا یا ان سے بدتمیزی کرتا ہے، سختی کرتا ہے ظلم کرتا ہے یہ سمجھتا ہے کہ میری اولاد ہے جو چاہوں میں کروں وہ بھی جوابدہ ہے اور جو باپ کھلی ڈوریاں چھوڑ دیتا ہے کہ جی یہ زمانہ ہی نہیں ہے اولاد پر سختیوں کا اولاد آزاد ہے جو چاہئے کرتی پھرے، اسے کیوں میں نیکی کی تعلیم دوں، اس نے اپنی قبر میں پڑنا ہے میں نے اپنی قبر میں پڑنا ہے۔ جو اس حد تک بات کو پہنچا دیتا ہے وہ بھی جوابدہ ہے۔ اپنی سختیوں کے بھی ہم خدا کے سامنے جوابدہ ہیں اپنی نرمیوں کے بھی جوابدہ ہیں اور لازماً ہمیں وہ توازن پیدا کرنا پڑے گا جو توازن قرآن اور سنت ہم سے چاہتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا **کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیتہ** (بخاری کتاب الاستقراض حدیث نمبر: ۲۲۳۲) کہ دیکھو ہر ایک تم میں سے چرواہا ہے۔ یہ خیال مت کرو کہ تم مالک ہو بھیڑوں کے، تم چرواہے ہو اور چرواہا ایک ایک بھیڑ کا حساب دیتا ہے مالک کو گھر جا کر اسکو ثابت کرنا پڑتا ہے کہ فلاں بھیڑ اگر ضائع ہوئی تو اس وجہ سے ضائع ہوئی اسکا قصور نہیں اور پھر اس کے بعد آنحضرت ﷺ تفصیل بیان فرماتے ہیں کہ کس طرح تم راعی بنتے ہو۔ کہتے ہیں گھر کا مالک جو ہے وہ بھی راعی ہے اپنی بیوی اور بچوں کے لحاظ سے وہ خدا کے حضور جوابدہ ہوگا اور بیوی بھی جوابدہ ہوگی اور پھر سارے کا سارا انسانی نظام اپنے اپنے دائرہ کار میں اس حدیث کی رو سے جوابدہ بن جاتا ہے۔

پس معاشرے کی اصلاح بہت ہی ضروری ہے لیکن ہوگی جیسا کہ میں نے بیان کیا گھروں کی اصلاح سے اور گھروں کی اصلاح میں جوابدہی کا تصور ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ انسان خدا کے نام پر ایک نصیحت کرتا ہے اور بعض دفعہ ایک سے زیادہ دفعہ بھی نصیحت کرتا ہے لیکن مستقل طور پر نہ وہ ساتھ رہ سکتا ہے ہر گھر میں نہ نصیحت کو قبول کرنے والے سارے ایک ہی طرح کے انسان ہوتے ہیں۔ پھر وقتی جوش آتا ہے بعض دفعہ معاشرے کی اصلاح پر دو خطبات ہو گئے۔ پھر تھوڑی سی تبدیلیاں پیدا ہونے کے آثار ظاہر ہوئے اور پھر وہ بھول گئے پھر اور باتیں شروع ہو گئیں۔ لیکن اگر یہ مضمون

پیش نظر رہے کہ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا. ایک ایسی ذات بھی ہے۔ جو ہر گھر میں ہے، ہر ذات میں ہے، ہر شخص کی رگ جان سے زیادہ قریب ہے اور وہ نگران ہے اس بات پر کہ تم اپنے ارحام کے حقوق ادا کر رہے ہو کہ نہیں۔ جن مقاصد کے لئے شادی بیاہ کا نظام جاری کیا گیا ہے ان مقاصد کو پورا کر رہے ہو کہ نہیں کر رہے تو پھر ساری کیفیت بدل جاتی ہے۔ پھر ہر سلوک اور عدم سلوک کے نتیجے میں انسان اپنے آپ کو ایک بالا ہستی کے حضور جوابدہ پاتا ہے اور اس ذمہ داری کے احساس سے اس کو بڑی فکر پیدا ہو جاتی ہے۔ پس جب تک خدا کو حاضر ناظر جان کر ہم اپنے معاشرے کی اصلاح کی کوشش نہیں کریں گے اس معاشرہ کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔

کئی لوگ یہ کہتے ہیں جی آپ بہت ہی زیادہ بھیانک تصویر کھینچ رہے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ شاید میری ان باتوں سے غیر یہ فائدہ اٹھائے اور وہ سمجھے کہ نعوذ باللہ من ذلک احمدی خاندانوں کا یہ حال ہے جو میں یہ بھیانک نقشے کھینچتا ہوں اور گویا فرق کوئی نہیں۔ ہرگز یہ بات نہیں ہے میں جانتا ہوں کہ احمدی معاشرے کا غیر احمدی معاشرے سے، اسلامی معاشرے کا غیر اسلامی معاشرے سے بڑا نمایاں فرق ہے لیکن موجودہ صورت میں جتنی معاشرتی خرابیاں ہمارے اندر پائی جاتی ہیں ہماری جماعت کے مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے ہرگز قابل برداشت نہیں ہیں۔ کسی قیمت پر بھی ہم ان کو ساتھ لے کر آگے نہیں بڑھ سکتے۔ مستقبل کی نسلوں کو تباہ کرنے کے بیج بو دیئے گئے ہیں ان خرابیوں میں، آئندہ نسلوں کو اپنے ہاتھوں سے ضائع کرنے اور قتل کرنے کے سامان پیدا کر دیئے گئے ہیں۔ پھر میں کس طرح اس خوف سے کہ دشمن نہ ہنسے ان باتوں کو چھپا کر بیٹھ جاؤں۔ میں بھی تو جوابدہ ہوں اور آپ سب سے بڑھ کر اس لحاظ سے جوابدہ ہوں کہ ایک خاندان کی نہیں ساری جماعت کی ذمہ داری خدا نے میرے اوپر ڈالی ہے اور تمام جماعت کے حالات کے بارہ میں میں پوچھا جاؤں گا۔ اس لئے کیسے میں ان باتوں کو چھپا سکتا ہوں۔ میرا فرض ہے اور میں لازماً جب تک خدا مجھے توفیق دے گا اس فرض کو پورا کرتا رہوں گا کہ ہمارا معاشرہ دن بدن پہلے سے بہتر حالات میں داخل ہوتا چلا جائے۔ حسن ہی اس میں نہ پیدا ہو بلکہ ہر آن بڑھنے والا حسن اس میں پیدا ہوتا کہ غیر جب اس معاشرے کو دیکھیں تو بے اختیار ان کے دل سے یہ آواز نکلے کہ

؎ جب بھی دیکھا ہے تجھے عالم نو دیکھا ہے
مرحلہ طے نہ ہوا تیری شناسائی کا

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

آج تین خواتین کی نماز ہائے جنازہ غائب پڑھی جائیں گی ۔ جمعہ اور عصر کی نمازیں جمع ہوں گی اس کے بعد یہ نماز جنازہ ہوگی ۔

مکرمہ امتہ الحمید بیگم صاحبہ اہلیہ قاضی محمد رشید صاحب مرحوم وکیل المال ۔محترم عطاء المجیب صاحب راشد کی خوشدامنہ تھیں ،صحابیہ تھیں ،لوائے احمدیت کے لئے سوت کات کر دھاگہ بنانے کی سعادت بھی ان کو نصیب ہوئی ۔خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کے چاروں بیٹے واقف زندگی ہیں اور تین بیٹیاں واقفین زندگی سے بیاہی ہوئی تھیں ۔اتنے بچوں کا واقف زندگی ہونا یا واقفین زندگی سے بیاہے جانا بہت بڑا اللہ کا فضل ہے اور اس ماں کو خدا کا یہ فضل نصیب تھا ۔

مکرمہ حمیدہ بیگم صاحبہ لاہور وفات پا گئیں ہیں یہ عبد الوحید خان صاحب ڈپٹی ڈائریکٹر لاہور کے مخلص احمدی ہیں ،ان کی والدہ تھیں نیز مکرم محترم چوہدری عبد الحمید صاحب جنرل مینیجر واپڈا لاہور کی ہمشیرہ تھیں ۔

مکرمہ آمنہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر محمد دین صاحب مرحوم وہاڑی ۔وہ مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب مرحوم ناظر دیوان کی ہمشیرہ تھیں اور مکرم ودود احمد صاحب ہمارے ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کے بھائی یہاں سلسلہ کے بڑے اچھے کارکن ہیں ان کی خوشدامنہ تھیں ۔ان کی بھی وہاڑی میں وفات ہوگئی ہے ،بس ۔آج ہی اطلاع ملی ہے ۔تو عصر کی نماز کے بعد انشاء اللہ ان کی نماز جنازہ غائب ہوگی ۔